

ٹائپل بار اول

هَلْ وَجَرَأَ الْأَحْسَانُ إِلَّا أَلْحَنَ

لورمنٹ انگریزی

اور

جہاد

۱۹۰۰ءی

مطبع خلیفہ الاسلام قادریہ میں باہتمام حکیم فضل الدین صاحب چھپا

تعداد جلد ۰۰۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهُ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

گورنمنٹ انگریزی اور جہاد

جہاد کے مسئلہ کی فلاسفی اور اس کی اصل حقیقت ایسا ایک چیخیدہ امر اور دقيق تکتہ ہے کہ جس کے نہ سمجھنے کے باعث سے اس زمانہ اور ایسا ہی درمیانی زمانہ کے لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائی ہیں اور ہمیں نہایت شرم زدہ ہو کر قبول کرنا پڑتا ہے کہ ان خطرناک غلطیوں کی وجہ سے اسلام کے مخالفوں کو موقع ملا کہ وہ اسلام جیسے پاک اور مقدس مذہب کو جو سراسر قانون قدرت کا آئینہ اور زندہ خدا کا جلال ظاہر کرنے والا ہے مورداً اعتراض ٹھہراتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ جہاد کا لفظ جہد کے لفظ سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں کوشش کرنا اور پھر مجاز کے طور پر دینی لڑائیوں کے لئے بولا گیا اور معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں میں جو لڑائی کو یہ کہتے ہیں دراصل یہ لفظ بھی جہاد کے لفظ کا ہی بگڑا ہوا ہے۔ چونکہ عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے اور تمام زبانیں اسی میں سے نکلی ہیں اس لئے یہ کا لفظ جو سنسکرت کی زبان میں لڑائی پر بولا جاتا ہے دراصل جہد یا جہاد ہے اور پھر جیم کو یا کے ساتھ بدلتا گیا اور کچھ تصرف کر کے تشدید کے ساتھ بولا گیا۔

اب ہم اس سوال کا جواب لکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کو جہاد کی کیوں ضرورت پڑی اور جہاد کیا چیز ہے۔ سو واضح ہو کہ اسلام کو پیدا ہوتے ہی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا پڑتا تھا اور تمام تو میں اس کی دشمن ہو گئی تھیں جیسا کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ جب

ایک نبی یا رسول خدا کی طرف سے مبینہ ہوتا ہے اور اس کا فرقہ لوگوں کو ایک گروہ ہونہا رہا اور راستباز اور باہمیت اور ترقی کرنے والا دکھائی دیتا ہے تو اس کی نسبت موجودہ قوموں اور فرقوں کے دلوں میں ضرور ایک قسم کا بغض اور حسد پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ بالخصوص ہر ایک مذہب کے علماء اور گدی نشین تو بہت ہی بعض ظاہر کرتے ہیں کیونکہ اُس مرد خدا کے ظہور سے ان کی آمد نیوں اور وجہاتوں میں فرق آتا ہے۔ اُن کے شاگرد اور مرید اُن کے دام سے باہر نکلنا شروع کرتے ہیں کیونکہ تمام ایمانی اور اخلاقی اور علمی خوبیاں اس شخص میں پاتے ہیں جو خدا کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔ لہذا اہل عقل اور تمیز سمجھنے لگتے ہیں کہ جوزت بخیال علمی شرف اور تقویٰ اور پرہیز گاری کے اُن عالموں کو دی گئی تھی اب وہ اس کے مستحق نہیں رہے اور جو معزز خطاب اُن کو دیئے گئے تھے جیسے نجم الامّۃ اور شمس الامّۃ اور شیخ المَسَاخ وغیرہ اب وہ اُن کے لئے موزوں نہیں رہے۔ سوانح وجوہ سے اہل عقل اُن سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے ایمانوں کو ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ ناچار ان نقصانوں کی وجہ سے علماء اور مشائخ کا فرقہ ہمیشہ نبیوں اور رسولوں سے حسد کرتا چلا آیا ہے۔ وجہ یہ کہ خدا کے نبیوں اور ماموروں کے وقت ان لوگوں کی سخت پرده دری ہوتی ہے کیونکہ دراصل وہ ناقص ہوتے ہیں اور بہت ہی کم حصہ نور سے رکھتے ہیں اور ان کی دشنی خدا کے نبیوں اور راستبازوں سے محض نفسانی ہوتی ہے۔ اور سراسر نفس کے تابع ہو کر ضرر رسانی کے منصوبے سوچتے ہیں بلکہ بسا اوقات وہ اپنے دلوں میں محسوس بھی کرتے ہیں کہ وہ خدا کے ایک پاک دل بندہ کو ناحق ایذا پہنچا کر خدا کے غصب کے نیچے آ گئے ہیں اور ان کے اعمال بھی جو مخالف کارستانیوں کے لئے ہر وقت اُن سے سرزد ہوتے رہتے ہیں ان کے دل کی قصور و احوالت کو اُن پر ظاہر کرتے رہتے ہیں مگر پھر بھی حسد کی آگ کا تیز انجمن عداوت کے گڑھوں کی طرف ان کو کھینچے لئے جاتا ہے۔ یہی اسباب تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مشرکوں اور یہودیوں اور عیسائیوں کے عالموں کو نہ محض حق کے قبول کرنے سے محروم رکھا

بلکہ سخت عداوت پر آمادہ کر دیا۔ لہذا وہ اس فکر میں لگ گئے کہ کسی طرح اسلام کو صفحہ دنیا سے مٹا دیں اور چونکہ مسلمان اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھوڑے تھے اس لئے ان کے مخالفوں نے باعث اس تکبیر کے جو فطرتاً ایسے فرقوں کے دل اور دماغ میں جاگزیں ہوتا ہے جو اپنے تینیں دولت میں، مال میں، کثرت جماعت میں، عزت میں، مرتبت میں دوسرے فرقہ سے برتر خیال کرتے ہیں اُس وقت کے مسلمانوں یعنی صحابہ سے سخت دشمنی کا برتاؤ کیا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ آسمانی پودہ زمین پر قائم ہو بلکہ وہ ان راستبازوں کے ہلاک کرنے کے لئے اپنے ناخنوں تک زور لگا رہے تھے اور کوئی دقیقتہ آزار رسانی کا اٹھا نہیں رکھا تھا اور ان کو خوف یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اس مذہب کے پیر جم جائیں اور پھر اس کی ترقی ہمارے مذہب اور قوم کی بربادی کا موجب ہو جائے۔ سوا سی خوف سے جوان کے دلوں میں ایک رُعبناک صورت میں بیٹھ گیا تھا نہایت جابرانہ اور ظالمانہ کارروائیاں ان سے ظہور میں آئیں اور انہوں نے دردناک طریقوں سے اکثر مسلمانوں کو ہلاک کیا اور ایک زمانہ دراز تک جوتیرہ برس کی مدت تھی ان کی طرف سے یہی کارروائی رہی اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے اور نوع انسان کے فخر ان شریروں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کو چوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے اس پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شر کا ہر گز مقابلہ نہ کرو چنانچہ ان بر گزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا ان کے خونوں سے کوچے سُرخ ہو گئے پرانہوں نے دم نہ مارا وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پرانہوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک اور مقدس رسول کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں بارہا پھر مار کر خون سے آلو دہ کیا گیا مگر اُس صدق اور استقامت کے پھاڑنے ان تمام آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی اور ان صابرانہ اور عاجزانہ روشنوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی اور انہوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا۔ تب اُس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر

فلم اور بے حجی حد سے گذر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا اور اس کا غصب شریروں پر بھڑکا اور اس نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور میں خدا نے قادر ہوں ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حکم تھا جس کا دوسرے لفظوں میں جہاد نام رکھا گیا اور اس حکم کی اصل عبارت جو قرآن شریف میں اب تک موجود ہے یہ ہے:- **أَذْنَ اللَّٰهِيْنَ يُقْتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوْا وَإِنَّ اللَّٰهَ عَلَى نَصْرٍ هُمْ لَقَدِيرُ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ** یعنی خدا نے ان مظلوم لوگوں کی جو قتل کئے جاتے ہیں اور ناحق اپنے وطن سے نکالے گئے فریاد سن لی اور ان کو مقابلہ کی اجازت دی گئی اور خدا قادر ہے جو مظلوم کی مدد کرے۔الجز و نمبر ۷ سورۃ الحج۔ مگر یہ حکم مختص الزمان والوقت تھا ہمیشہ کے لئے نہیں تھا بلکہ اس زمانہ کے متعلق تھا جبکہ اسلام میں داخل ہونے والے بکریوں اور بھیرلوں کی طرح ذبح کئے جاتے تھے۔ لیکن افسوس کہ نبوت اور خلافت کے زمانہ کے بعد اس مسئلہ جہاد کے سمجھنے میں جس کی اصل جڑ آیت کریمہ مذکورہ بالا ہے لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائیں اور ناحق مخلوق خدا کو توارکے ساتھ ذبح کرنا دینداری کا شعار سمجھا گیا اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ عیسائیوں کو تو خالق کے حقوق کی نسبت غلطیاں پڑیں اور مسلمانوں کو مخلوق کے حقوق کی نسبت۔ یعنی عیسائی دین میں تو ایک عاجز انسان کو خدا بنا کر اس قادر قیوم کی حق تلفی کی گئی جس کی مانند نہ زمین میں کوئی چیز ہے اور نہ آسمان میں اور مسلمانوں نے انسانوں پر ناحق توارچلانے سے بنی نوع کی حق تلفی کی اور اس کا نام جہادر کھا غرض حق تلفی کی ایک راہ عیسائیوں نے اختیار کی اور دوسری راہ حق تلفی کی مسلمانوں نے اختیار کر لی۔ اور اس زمانہ کی بقتی سے یہ دونوں گروہ ان دونوں قسم کی حق تلفیوں کو ایسا پسندیدہ طریق خیال کرتے ہیں کہ ہر ایک گروہ جو اپنے عقیدہ کے موافق ان دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی حق تلفی پر زور دے رہا ہے وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ گویا وہ اس سے سیدھا بہشت

کو جائے گا اور اس سے بڑھ کر کوئی بھی ذریعہ بہشت کا نہیں۔ اور اگر چہ خدا کی حق تلقی کا گناہ سب گناہوں سے بڑھ کر ہے لیکن اس جگہ ہمارا یہ مقصود نہیں ہے کہ اس خطرناک حق تلقی کا ذکر کریں جس کی عیسائی قوم مرتاب ہے بلکہ ہم اس جگہ مسلمانوں کو اُس حق تلقی پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں جو بنی نوع کی نسبت ان سے سرزد ہو رہی ہے۔

یاد رہے کہ مسئلہ جہاد کو جس طرح پر حال کے اسلامی علماء نے جموں لوی کھلاتے ہیں سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں ہرگز وہ صحیح نہیں ہے اور اس کا نتیجہ بھر اس کے کچھ نہیں کہ وہ لوگ اپنے پُر جوش و عظوں سے عوام وحشی صفات کو ایک درندہ صفت بناؤں۔ اور انسانیت کی تمام پاک خوبیوں سے بے نصیب کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ جس قدر ایسے ناحق کے خون ان نادان اور نفسانی انسانوں سے ہوتے ہیں کہ جو اس راز سے بے خبر ہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے اسلام کو اپنے ابتدائی زمانہ میں لڑائیوں کی ضرورت پڑی تھی ان سب کا گناہ ان مولویوں کی گردان پر ہے کہ جو پوشیدہ طور پر ایسے مسئلے سکھاتے رہتے ہیں جن کا نتیجہ دردناک خوزیریاں ہیں۔ یہ لوگ جب حکام وقت کو ملتے ہیں تو اس قدر سلام کے لئے جھکتے ہیں کہ گویا سجدہ کرنے کے لئے طیار ہیں اور جب اپنے ہم جنسوں کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو بار بار اصرار ان کا اسی بات پر ہوتا ہے کہ یہ ملک دار الحرب ہے اور اپنے دلوں میں جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں اور تھوڑے ہیں جو اس خیال کے انسان نہیں ہیں۔ یہ لوگ اپنے اس عقیدہ جہاد پر جو سراسر غلط اور قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے اس قدر جنمے ہوئے ہیں کہ جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانتا ہو اور اس کے برخلاف ہو اُس کا نام دجال رکھتے ہیں اور واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی مدت سے اسی فتویٰ کے نیچے ہوں اور مجھے جو اس ملک کے بعض مولویوں نے دجال اور کافر قرار دیا اور گورنمنٹ برطانیہ کے قانون سے بھی بے خوف ہو کر میری نسبت ایک چھپا ہوا فتویٰ شائع کیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے اور اس کا مال لوٹا بلکہ عورتوں کو نکال کر لے جانا بڑے ثواب کا

موجب ہے۔ اس کا سبب کیا تھا؟ یہی تو تھا کہ میرا مسیح موعود ہونا اور ان کے جہادی مسائل کے مخالف وعظ کرنا اور ان کے خونی مسیح اور خونی مہدی کے آنے کو جس پر ان کو لوٹ مارکی بڑی بڑی امیدیں تھیں سراسر باطل ٹھہرانا ان کے غصب اور عداوت کا موجب ہو گیا مگر وہ یاد رکھیں کہ درحقیقت یہ جہاد کا مسئلہ جیسا کہ ان کے دلوں میں ہے صحیح نہیں ہے اور اس کا پہلا قدم انسانی ہمدردی کا خون کرنا ہے۔ یہ خیال ان کا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ جب پہلے زمانہ میں جہاد روکا کھا گیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اب حرام ہو جائے۔ اس کے ہمارے پاس دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ خیال قیاس مع الفارق ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز کسی پر تلوار نہیں اٹھائی بجز ان لوگوں کے جنہوں نے پہلے تلوار اٹھائی اور سخت بے رحمی سے بے گناہ اور پرہیز گار مردوں اور عروتوں اور بچوں کو قتل کیا اور ایسے در دانگیز طریقوں سے مارا کہ اب بھی ان قصوں کو پڑھ کر رونا آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر فرض بھی کر لیں کہ اسلام میں ایسا ہی جہاد تھا جیسا کہ ان مولویوں کا خیال ہے تاہم اس زمانہ میں وہ حکم قائم نہیں رہا کیونکہ لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو جائے گا تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمه ہو جائے گا کیونکہ مسیح نہ تلوار اٹھائے گا اور نہ کوئی اور زمینی ہتھیار ہاتھ میں پکڑے گا بلکہ اُس کی دعا اُس کا حرث ہو گا اور اُس کی عقدہ ہست اُس کی تلوار ہو گی وہ صلح کی بنیاد ڈالے گا اور بکری اور شیر کو ایک ہی گھاٹ پر اکٹھے کرے گا اور اس کا زمانہ صلح اور زمی اور انسانی ہمدردی کا زمانہ ہو گا۔ ہائے افسوس کیوں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ تیرہ سو برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کلمہ یضع الحرب جاری ہو چکا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ مسیح موعود جب آئے گا تو لڑائیوں کا خاتمه کر دے گا۔ اور اسی کی طرف اشارہ اس قرآنی آیت کا ہے حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارُهَا ^۱ یعنی اس وقت تک لڑائی کرو جب تک کہ مسیح کا وقت آجائے۔ یہی تضع الحرب اوزارها ہے۔ دیکھو صحیح بخاری موجود ہے جو قرآن شریف کے بعد اصح الكتب مانی گئی ہے۔ اس کو غور سے پڑھو۔ اے اسلام کے عالمواور مولویو! میری بات سنو! میں چیز کہتا ہوں کہ اب جہاد کا وقت نہیں ہے خدا کے

پاک نبی کے نافرمان مت بُسْتَح موعود جو آنے والا تھا آچکا اور اُس نے حکم بھی دیا کہ آئندہ مذہبی جنگوں سے جو تلوار اور گشت و خون کے ساتھ ہوتی ہیں بازاً جاؤ تو اب بھی خوزیریزی سے باز نہ آنا اور ایسے عظموں سے مُنہ بند نہ کرنا طریق اسلام نہیں ہے جس نے مجھے قبول کیا ہے وہ نہ صرف ان عظموں سے مُنہ بند کرے گا بلکہ اس طریق کو نہایت بُرا اور موجب غضبِ الٰہی جانے گا۔

اس جگہ ہمیں یہ بھی افسوس سے لکھنا پڑا کہ جیسا کہ ایک طرف جاہل مولویوں نے اصل حقیقتِ جہاد کی مخفی رکھ کر لوٹ مارا اور قتل انسان کے منصوبے عوام کو سکھائے اور اس کا نام جہاد رکھا ہے اسی طرح دوسری طرف پادری صاحبوں نے بھی یہی کارروائی کی اور ہزاروں رسائلے اور اشتہار اردو اور پشتو وغیرہ زبانوں میں چھپوا کر ہندوستان اور پنجاب اور سرحدی ملکوں میں اس مضمون کے شائع کئے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا ہے اور تلوار چلانے کا نام اسلام ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے جہاد کی دو گواہیاں پا کر یعنی ایک مولویوں کی گواہی اور دوسری پادریوں کی شہادت اپنے وحشیانہ جوش میں ترقی کی۔ میرے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ ہماری محسن گورنمنٹ ان پادری صاحبوں کو اس خطرناک افتراض سے روک دے جس کا نتیجہ ملک میں بے امنی اور بغاوت ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ پادریوں کے ان بے جا افتراض سے اہل اسلام دین اسلام کو چھوڑ دیں گے ہاں ان عظموں کا ہمیشہ یہی نتیجہ ہو گا کہ عوام کے لئے مسئلہ جہاد کی ایک یادداہی ہوتی رہے گی اور وہ سوئے ہوئے جاگ اٹھیں گے۔ غرض اب جب مُسْتَح موعود آگیا تو ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جہاد سے بازاً آؤے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو شاہزاد اس غلط فہمی کا کسی قدر عذر بھی ہوتا مگر اب تو میں آگیا اور تم نے وعدہ کا دن دیکھ لیا۔ اس لئے اب مذہبی طور پر تلوار اٹھانے والوں کا خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر نہیں۔ جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں کو پڑھتا اور قرآن کو دیکھتا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی

کار بند ہو رہے ہیں۔ یہ اسلامی جہاد نہیں ہے بلکہ یہ نفس امارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمع خام سے ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں خود سبقت کر کے ہرگز تواریخیں اٹھائیں بلکہ ایک زمانہ دراز تک کفار کے ہاتھ سے دُکھ اٹھایا اور اس قدر صبر کیا جو ہر ایک انسان کا کام نہیں اور ایسا ہی آپ کے اصحاب بھی اسی اعلیٰ اصول کے پابند رہے اور جیسا کہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ دُکھ اٹھاؤ اور صبر کرو ایسا ہی انہوں نے صدق اور صبر دکھایا۔ وہ پیروں کے نیچے کچلے گئے انہوں نے دم نہ مارا۔ ان کے بچے ان کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے وہ آگ اور پانی کے ذریعہ سے عذاب دیئے گئے مگر گروہ شر کے مقابلہ سے ایسے باز رہے کہ گویا وہ شیر خوار بچے ہیں۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ دنیا میں تمام نبیوں کی امتوں میں سے کسی ایک نے بھی باوجود قدرت انتقام ہونے کے خدا کا حکم سن کر ایسا اپنے تین عاجز اور مقابلہ سے دستکش بنالیا جیسا کہ انہوں نے بنایا؟ کس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ایسا گروہ ہوا ہے جو باوجود بہادری اور جماعت اور قوت بازا و اور طاقت مقابلہ اور پائے جانے تمام لوازم مردی اور مردانگی کے پھر خونخوار دشمن کی ایذا اور زخم رسانی پر تیرہ برس تک برابر صبر کرتا رہا؟ ہمارے سید و مولیٰ اور آپ کے صحابہ کا یہ صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا بلکہ اس صبر کے زمانہ میں بھی آپ کے جان نثار صحابہ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد انہوں نے دکھائے اور بسا اوقات ایک ہزار جوان نے مخالف کے ایک لاکھ سپاہی نبرد آزم کو شکست دے دی۔ ایسا ہوا تالوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں کی خون ریزیوں پر صبر کیا گیا تھا اس کا باعث کوئی بُزدلی اور کمزوری نہیں تھی بلکہ خدا کا حکم سن کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح ہونے کو طیار ہو گئے تھے۔ بیشک ایسا صبر انسانی طاقت سے باہر ہے اور گوہم تمام دنیا اور تمام نبیوں کی تاریخ پڑھ جائیں تب بھی ہم کسی امت میں اور کسی نبی کے گروہ میں یہ اخلاق فاضل نہیں پاتے

اور اگر پہلوں میں سے کسی کے صبر کا قصہ بھی ہم سنئتے ہیں تو فی الفور دل میں گزرتا ہے کہ قرآن
اس بات کو ممکن سمجھتے ہیں کہ اس صبر کا موجب دراصل بُود لی اور عدم قدرت انتقام ہو مگر یہ بات
کہ ایک گروہ جو درحقیقت سپاہیانہ ہزار پنے اندر رکھتا ہوا اور بہادر اور قوی دل کا مالک ہوا اور پھر وہ
ڈکھ دیا جائے اور اس کے پچے قتل کئے جائیں اور اس کو نیزوں سے زخمی کیا جائے مگر پھر بھی وہ
بدی کا مقابلہ نہ کرے یہ وہ مردانہ صفت ہے جو کامل طور پر یعنی تیرہ برس برابر ہمارے نبی کریم
اور آپ کے صحابہ سے ظہور میں آئی ہے اس قسم کا صبر جس میں ہر دم سخت بلاوں کا سامنا تھا جس
کا سلسلہ تیرہ برس کی دراز مدد تک لمبا تھا درحقیقت بے نظیر ہے اور اگر کسی کو اس میں شک ہوتا
ہمیں بتاؤ کہ گذشتہ راست بازوں میں اس قسم کے صبر کی نظیر کہاں ہے؟

اور اس جگہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قدر ظلم جو صحابہ پر کیا گیا ایسے ظلم کے
وقت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے کوئی تدبیر نہیں کی اُن کو نہیں بتائی
 بلکہ بار بار یہی کہا کہ ان تمام دکھوں پر صبر کرو اور اگر کسی نے مقابلہ کے لئے کچھ عرض کیا تو اس کو
روک دیا اور فرمایا کہ مجھے صبر کا حکم ہے۔ عرض ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبر کی تاکید
فرماتے رہے جب تک کہ آسمان سے حکم مقابلہ آگیا۔ اب اس قسم کے صبر کی نظیر تم تمام اول اور
آخر کے لوگوں میں تلاش کرو پھر اگر ممکن ہو تو اس کا نمونہ حضرت موسیٰ کی قوم میں سے یا
حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے دستیاب کر کے ہمیں بتاؤ۔

حاصل کلام یہ کہ جب کہ مسلمانوں کے پاس صبر اور ترک شر اور اخلاق فاضلہ کا یہ
نمونہ ہے جس سے تمام دنیا پر اُن کو فخر ہے تو یہ کیسی نادانی اور بد بخشی اور شامت اعمال
ہے جواب بالکل اس نمونہ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ جاہل مولویوں نے خدا اُن کو ہدایت
دے عوام کا لانعام کو بڑے دھوکے دیتے ہیں اور بہشت کی کنجی اسی عمل کو قرار دے دیا ہے جو صریح
ظلماً اور بے رحمی اور انسانی اخلاق کے برخلاف ہے۔ کیا یہ نیک کام ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مشا

اپنے خیال میں بازار میں چلا جاتا ہے اور ہم اس قدر اس سے بے تعلق ہیں کہ نام تک بھی نہیں جانتے اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے مگر تا ہم ہم نے اُس کے قتل کرنے کے ارادہ سے ایک پستول اس پر چھوڑ دیا ہے کیا یہی دینداری ہے؟ اگر یہ کچھ نیکی کا کام ہے تو پھر درندے ایسی نیکی کے بجالانے میں انسانوں سے بڑھ کر ہیں۔ سبحان اللہ! وہ لوگ کیسے راستباز اور نبیوں کی روح اپنے اندر رکھتے تھے کہ جب خدا نے مکہ میں اُن کو یہ حکم دیا کہ بدی کا مقابلہ مت کرو اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ۔ پس وہ اس حکم کو پا کر شیرخوار بچوں کی طرح عاجز اور کمزور بن گئے گویا نہ اُن کے ہاتھوں میں زور ہے نہ اُن کے بازوؤں میں طاقت۔ بعض اُن میں سے اس طور سے بھی قتل کئے گئے کہ دو اونٹوں کو ایک جگہ کھڑا کر کے اُن کی ٹانگیں مضبوط طور پر اُن اونٹوں سے باندھ دی گئیں اور پھر اونٹوں کو مخالف سمت میں دوڑایا گیا پس وہ اک دم میں ایسے چر گئے جیسے گا جریا مولی چیری جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں اور خاص کر مولویوں نے ان تمام واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے اور اب وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا تمام دنیا اُن کا شکار ہے۔ اور جس طرح ایک شکاری ایک ہرن کا کسی بن میں پتہ لگا کر چھپ چھپ کر اُس کی طرف جاتا ہے اور آخر موقع پا کر بندوق کا فیر کرتا ہے یہی حالات اکثر مولویوں کے ہیں۔ انہوں نے انسانی ہمدردی کے سبق میں سے کبھی ایک حرف بھی نہیں پڑھا بلکہ اُن کے نزدیک خواہ خواہ ایک غافل انسان پر پستول یا بندوق چلا دینا اسلام سمجھا گیا ہے ان میں وہ لوگ کہاں ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ماریں کھائیں اور صبر کریں۔ کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ خواہ بغیر ثبوت کسی جرم کے ایسے انسان کو کہ نہ ہم اُسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے غافل پا کر چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں یا بندوق سے اس کا کام تمام کریں کیا ایسا دین خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یونہی بے گناہ بے جرم بے تبلیغ خدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ اس سے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ افسوس کا مقام ہے اور شرم کی جگہ ہے کہ ایک شخص جس سے ہماری کچھ سابق دشمنی بھی نہیں بلکہ

روشناسی بھی نہیں وہ کسی دوکان پر اپنے بچوں کے لئے کوئی چیز خرید رہا ہے یا اپنے کسی اور جائز کام میں مشغول ہے اور ہم نے بے وجہ تعلق اس پر پستول چلا کر ایک دم میں اس کی بیوی کو بیوہ اور اس کے بچوں کو یتیم اور اس کے گھر کو ماتم کردا بنا دیا۔ یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے یا کس آیت میں مرقوم ہے؟ کوئی مولوی ہے جو اس کا جواب دے! انادنوں نے جہاد کا نام سن لیا ہے اور پھر اس بہانہ سے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہا ہے یا محض دیوانگی کے طور پر مرتكب خونزیری کے ہوئے ہیں۔ ابھی ہم لکھے چکے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جو اسلام نے خدائی حکم سے تواریخی وہ اس وقت اٹھائی گئی کہ جب بہت سے مسلمان کافروں کی تواروں سے قبروں میں پہنچ گئے آخر خدا کی غیرت نے چاہا کہ جو لوگ تواروں سے ہلاک کرتے ہیں وہ تواروں سے ہی مارے جائیں۔ خدا بڑا کریم اور رحیم ہے اور بڑا برداشت کرنے والا ہے۔ لیکن آخر کار راستبازوں کے لئے غیرت مند بھی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ جبکہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو نہ ہب کے لئے قتل نہیں کرتا تو وہ کس حکم سے ناکردار گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔ کیوں ان کے مولوی ان بے جا حرکتوں سے جن سے اسلام بدnam ہوتا ہے ان کو منع نہیں کرتے۔ اس گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت کس قدر مسلمانوں کو آرام ہے کیا کوئی اس کو گن سکتا ہے۔ ابھی بہتیرے ایسے لوگ زندہ ہوں گے جنہوں نے کسی قدر سکھوں کا زمانہ دیکھا ہوگا۔ اب وہی بتائیں کہ سکھوں کے عہد میں مسلمانوں اور اسلام کا کیا حال تھا۔ ایک ضروری شعار اسلام کا جو بانگ نماز ہے وہی ایک جرم کی صورت میں سمجھا گیا تھا۔ کیا مجال تھی کہ کوئی اوپنجی آواز سے بانگ کھتا اور پھر سکھوں کے برچھوں اور نیزوں سے بچ رہتا۔ تو اب کیا خدا نے یہ برا کام کیا جو سکھوں کی بے جادست انداز یوں سے مسلمانوں کو چھڑایا اور گورنمنٹ انگریزی کی امن بخش حکومت میں داخل کیا اور اس گورنمنٹ کے آتے ہی گویا نئے سرے پنجاب کے مسلمان مشرف باسلام ہوئے۔ چونکہ احسان کا عوض احسان ہے اس لئے نہیں چاہئے کہ ہم اس خدا کی نعمت کو جو ہزاروں دعاوں کے بعد

سکھوں کے زمانہ کے عوض ہم کو ملی ہے یوں ہی رد کر دیں۔

اور میں اس وقت اپنی جماعت کو جو مجھے مُسْتَحِق موعود مانتی ہے خاص طور پر سمجھاتا ہوں کہ وہ ہمیشہ ان ناپاک عادتوں سے پر ہیز کریں۔ مجھے خدا نے جو مُسْتَحِق موعود کر کے بھیجا ہے اور حضرت مُسْتَحِق ابن مریم کا جامہ مجھے پہننا دیا ہے اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پر ہیز کرو اور نوع انسان کے ساتھ حق ہمدردی بجالاؤ۔ اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہوا یہے مت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے کیا یہی کہ ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوه ہو؟ نہیں بلکہ مذہب اُس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کروتا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدردِ نوع انسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعا میں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اُترتے ہیں۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں ترقی کرو ترقی کرو۔ اُس دھوپی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیر میں اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صحیح اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو ترکرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جز بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوپی کے بازو سے مار کھا کر یک دفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتداء میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے

﴿۱۵﴾

کی تدبیر ہے اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:- قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا ^۱ یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔ دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے توارکے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے صحیح بخاری کی اُس حدیث کو سوچو جہاں صحیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی مسح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور در دمندوں کے ہمدرد بیٹیں۔ زمین پر صلح پھیلاویں کہ اسی سے اُن کا دین پھیلے گا اور اس سے تعجب مت کریں کہ ایسا کیونکر ہو گا۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے بغیر توسط معمولی اسباب کے جسمانی ضرورتوں کے لئے حال کی نئی ایجادوں میں زمین کے عناصر اور زمین کی تمام چیزوں سے کام لیا ہے اور ریل گاڑیوں کو گھوڑوں سے بھی بہت زیادہ دوڑا کر دھلایا ہے ایسا ہی اب وہ روحانی ضرورتوں کے لئے بغیر توسط انسانی ہاتھوں کے آسمان کے فرشتوں سے کام لے گا۔ بڑے بڑے آسمانی نشان ظاہر ہوں گے اور بہت سی چمکیں پیدا ہوں گی جن سے بہت سی آنکھیں کھل جائیں گی۔ تب آخر میں لوگ سمجھ جائیں گے کہ جو خدا کے سوا انسانوں اور دوسرا چیزوں کو خدا بنایا گیا تھا یہ سب غلطیاں تھیں۔ سوتھم صبر سے دیکھتے رہو کیونکہ خدا اپنی توحید کے لئے تم سے زیادہ غیر تمند ہے اور دعا میں لگے رہا یا سانہ ہو کہ نافرمانوں میں لکھے جاؤ۔ اے حق کے بھوکاو اپیساو! سن لو کہ یہ وہ دن ہیں جن کا ابتداء سے وعدہ تھا۔ خدا ان قصوں کو بہت لمبا نہیں کرے گا اور جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جب ایک بلند مینار پر چراغ رکھا جائے تو دور دور تک اس کی روشنی پھیل جاتی ہے اور یا جب آسمان کے ایک طرف بھلی چمکتی ہے تو سب طرفیں ساتھ ہی روشن ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی ان دنوں میں ہو گا کیونکہ خدا نے اپنی اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے کہ

(۱۶)

مسیح کی منادی بھلی کی طرح دنیا میں پھر جائے گی یا بلند مینار کے چراغ کی طرح دنیا کے چار گوشہ میں پھیلے گی زمین پر ہر ایک سامان مہیا کر دیا ہے اور ریل اور تار اور اگن بوٹ اور ڈاک کے احسن انتظاموں اور سیر و سیاحت کے سہل طریقوں کو کامل طور پر جاری فرمادیا ہے۔ سو یہ سب کچھ پیدا کیا گیا تا وہ بات پوری ہو کہ مسیح موعود کی دعوت بھلی کی طرح ہر ایک کنارہ کو روشن کرے گی اور مسیح کا منارہ جس کا حدیثوں میں ذکر ہے دراصل اُس کی بھی یہی حقیقت ہے کہ مسیح کی ندا اور روشنی الیٰ جلد دنیا میں پھیلے گی جیسے اونچے منارہ پر سے آواز اور روشنی دور تک جاتی ہے۔ اس لئے ریل اور تار اور اگن بوٹ اور ڈاک اور تمام اسباب سہولت تبلیغ اور سہولت سفر مسیح کے زمانہ کی ایک خاص علامت ہے جس کو اکثر نبیوں نے ذکر کیا ہے۔ اور قرآن بھی کہتا ہے وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ^۱ یعنی عام دعوت کا زمانہ جو مسیح موعود کا زمانہ ہے وہ ہے جب کہ اونٹ بے کار ہو جائیں گے یعنی کوئی الیٰ نئی سواری پیدا ہو جائے گی جو اونٹوں کی حاجت نہیں پڑے گی اور حدیث میں بھی ہے کہ يَسْرِكَ الْقَلَاصَ فَلَا يَسْعَى عَلَيْهَا ^۲ یعنی اس زمانہ میں اونٹ بے کار ہو جائیں گے اور یہ علامت کسی اور نبی کے زمانہ کو نہیں دی گئی۔ سو شکر کرو کہ آسمان پر نور پھیلانے کے لئے طیاریاں ہیں۔ زمین میں زمینی برکات کا ایک جوش ہے یعنی سفر اور حضر میں اور ہر ایک بات میں وہ آرام تم دیکھ رہے ہو جو تمہارے باپ دادوں نے نہیں دیکھے گویا دنیا نئی ہو گئی بے بہار کے میوے ایک ہی وقت میں مل سکتے ہیں۔ چھ مہینے کا سفر چند روز میں ہو سکتا ہے۔ ہزاروں کوسوں کی خبریں ایک ساعت میں آسکتی ہیں ہر ایک کام کی سہولت کے لئے مشینیں اور کلپیں

میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ مسیح موعود اسرائیلی نبی نہیں ہے بلکہ اس کی خواہ طبیعت پر آیا ہے جبکہ توریت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل موسیٰ قرار دیا گیا ہے تو ضرور تھا کہ موسوی سلسلہ کی مانند محمدی سلسلہ کے اخیر پر بھی ایک مسیح ہو۔ منہ	[☆]
---	--------------

موجود ہیں۔ اگرچا ہوتوریل میں یوں سفر کر سکتے ہو جیسے کھر کے ایک بستان سرائے میں۔ پس کیا زمین پر ایک انقلاب نہیں آیا؟ پس جبکہ زمین میں ایک اعجوبہ نما انقلاب پیدا ہو گیا اس لئے خدائے قادر چاہتا ہے کہ آسمان میں بھی ایک اعجوبہ نما انقلاب پیدا ہو جائے اور یہ دونوں مسیح کے زمانہ کی نشانیاں انہی نشانیوں کی طرف اشارہ ہے جو میری کتاب براہین احمد یہ کے ایک الہام میں جو آج سے بس پہلے لکھا گیا پائی جاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہے آنَ السَّمُوْتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَارَثَقَافَتَقْيَمَأَلْ يَعْنِي زمین اور آسمان دونوں ایک گھڑی کی طرح بند ہے ہوئے تھے جن کے جو ہرخی تھے ہم نے مسیح کے زمانہ میں وہ دونوں گھڑیاں کھول دیں اور دونوں کے جو ہر ظاہر کر دیئے۔

بالآخر یاد رہے کہ اگرچہ ہم نے اس اشتہار میں مفصل طور پر لکھ دیا ہے کہ یہ موجودہ طریق غیر مذہب کے لوگوں پر حملہ کرنے کا جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جس کا نام وہ جہاد رکھتے ہیں یہ شرعی جہاد نہیں ہے بلکہ صریح خدا اور رسول کے حکم کے مخالف اور سخت معصیت ہے لیکن چونکہ اس طریق پر پابند ہونے کی بعض اسلامی قوموں میں پرانی عادت ہو گئی ہے اس لئے ان کے لئے اس عادت کو چھوڑنا آسانی سے ممکن نہیں بلکہ ممکن ہے کہ جو شخص ایسی نصیحت کرے اسی کے دشمن جانی ہو جائیں اور غازیانہ جوش سے اُس کا قصہ بھی تمام کرنا چاہیں ہاں ایک طریق میرے دل میں گذرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر امیر صاحب والی کابل جن کا رب افغانوں کی قوموں پر اس قدر ہے کہ شاید اس کی نظیر کسی پہلے افغانی امیر میں

کیا یہ سچ نہیں کہ اس زمانہ میں زمین کی گھڑی ایسی کھلی ہے کہ ہزار ہائی حقیقتیں اور خواص اور کلیں ظاہر ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آسمانی گھڑی کیوں بذری ہے۔ آسمانی گھڑی کی نسبت گذشتہ نبیوں نے بھی پیشگوئی کی تھی کہ بچے اور عورتیں بھی خدا کا الہام پائیں گی اور وہ مسیح موجود کا زمانہ ہو گا۔ منه

نہیں ملے گی نامی علماء کو جمع کر کے اس مسئلہ جہاد کو معرض بحث میں لا دیں اور پھر علماء کے ذریعہ سے عوام کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کریں بلکہ اس ملک کے علماء سے چند رسائل پشتو زبان میں تالیف کر کر عام طور پر شائع کرائیں تو یقین ہے کہ اس قسم کی کارروائی کا لوگوں پر بہت اثر پڑے گا اور وہ جوش جونا داں ملا عوام میں پھیلاتے ہیں رفتہ رفتہ کم ہو جائے گا اور یقیناً امیر صاحب کی رعایا کی بڑی بدستی ہوگی اگر اس ضروری اصلاح کی طرف امیر صاحب توجہ نہیں کریں گے اور آخری نتیجہ اس کا اُس گورنمنٹ کے لئے خود زحمتیں ہیں جو ملاؤں کے ایسے فتوؤں پر خاموش بیٹھی رہے کیونکہ آج کل ان ملاؤں اور مولویوں کی یہ عادت ہے کہ ایک ادنیٰ اختلاف مذہبی کی وجہ سے ایک شخص یا ایک فرقہ کو کافر ہرہادیتے ہیں اور پھر جو کافروں کی نسبت ان کے فتوے جہاد وغیرہ کے ہیں وہی فتوے ان کی نسبت بھی جاری کئے جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں امیر صاحب بھی ان فتوؤں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ ممکن ہے کہ کسی وقت یہ ملا لوگ کسی جزوی بات پر امیر صاحب پر ناراض ہو کر ان کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیں اور پھر ان کے لئے بھی وہی جہاد کے فتوے لکھے جائیں جو کفار کے لئے وہ لکھا کرتے ہیں پس بلاشبہ وہ لوگ جن کے ہاتھ میں مومن یا کافر بنانا اور پھر اس پر جہاد کا فتویٰ لکھنا ہے ایک خطرناک قوم ہے جن سے امیر صاحب کو بھی بے فکر نہیں بیٹھنا چاہئے اور بلاشبہ ہر ایک گورنمنٹ کے لئے بغاوت کا سرچشمہ یہی لوگ ہیں۔ عوام بے چارے ان لوگوں کے قابو میں ہیں اور ان کے دلوں کی کل ان کے ہاتھ میں ہے جس طرف چاہیں پھیر دیں اور ایک دم میں قیامت برپا کر دیں۔ پس یہ گناہ کی بات نہیں ہے کہ عوام کو ان کے پنجھ سے چھڑا دیا جائے اور خود ان کو نرمی سے جہاد کے مسئلہ کی اصل حقیقت سمجھا دی جائے۔ اسلام ہرگز یہ تعلیم نہیں دیتا کہ مسلمان رہنزوں اور ڈاؤں کی طرح بن جائیں اور جہاد کے بہانہ سے اپنے نفس کی خواہشیں پوری کریں اور چونکہ اسلام میں بغیر بادشاہ کے حکم کے کسی طرح جہاد درست نہیں اور اس کو عوام بھی جانتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ لوگ جو حقیقت سے بے خبر ہیں اپنے دلوں میں

﴿۱۸﴾

امیر صاحب پر یہ الزمم لگاویں کہ انہی کے اشارہ سے یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ لہذا امیر صاحب کا ضرور یہ فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس غلط فتوے کو روکنے کے لئے جہد بلیغ فرماؤیں کہ اس صورت میں امیر صاحب کی بریت بھی آفتاً کی طرح چک اٹھے گی اور ثواب بھی ہو گا کیونکہ حقوق عباد پر نظر کر کے اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ مظلوموں کی گردنوں کو ظالموں کی تلوار سے چھڑایا جائے اور چونکہ ایسے کام کرنے والے اور غازی بننے کی نیت سے تلوار چلانے والے اکثر افغان ہی ہیں جن کا امیر صاحب کے ملک میں ایک معتدلبہ حصہ ہے اس لئے امیر صاحب کو خدا تعالیٰ نے یہ موقع دیا ہے کہ وہ اپنی امارت کے کارنامہ میں اس اصلاح عظیم کا تذکرہ چھوڑ جائیں اور یہ وحشیانہ عادات جو اسلام کی بدنام کننے والے ہیں جہاں تک ان کے لئے ممکن ہو قوم افغان سے چھڑادیں ورنہ اب دوستخ موعود آگیا ہے۔ اب بہر حال خدا تعالیٰ آسمان سے ایسے اسباب پیدا کر دے گا کہ جیسا کہ زمین ظلم اور ناحق کی خون ریزی سے پُر تھی اب عدل اور امن اور صلح کاری سے پُر ہو جائے گی۔ اور مبارک وہ امیر اور بادشاہ ہیں جو اس سے کچھ حصہ لیں۔

ان تمام تحریروں کے بعد ایک خاص طور پر اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں کچھ گزارش کرنا چاہتا ہوں اور گویہ جانتا ہوں کہ ہماری یہ گورنمنٹ ایک عاقل اور زیریک گورنمنٹ ہے لیکن ہمارا بھی فرض ہے کہ اگر کوئی نیک تجویز جس میں گورنمنٹ اور عامہ خلاق کی بھلائی ہو خیال میں گذرے تو اُسے پیش کریں۔ اور وہ یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ واقعی اور یقینی امر ہے کہ یہ وحشیانہ عادت جو سرحدی افغانوں میں پائی جاتی ہے اور آئے دن کوئی نہ کوئی کسی بے گناہ کا خون کیا جاتا ہے اس کے اسباب جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں دو ہیں (۱) اول وہ مولوی جن کے عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ غیر مذہب کے لوگوں اور خاص کر عیسائیوں کو قتل کرنا موجب ثواب عظیم ہے اور اس سے بہشت کی وہ عظیم الشان نعمتیں ملیں گی کہ وہ نہ نماز سے مل سکتی ہیں نہ حج سے نہ زکوٰۃ سے اور نہ کسی اور نیکی کے کام سے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ در پرده عوام الناس کے کان میں ایسے وعظ پہنچاتے رہتے ہیں۔ آخر دن رات (۲۰)

ایسے عظموں کو سُن کر ان لوگوں کے دلوں پر جو حیوانات میں اور ان میں کچھ تھوڑی فرق ہے بہت بڑا اثر ہوتا ہے اور وہ درندے ہو جاتے ہیں اور ان میں ایک ذرہ رحم باقی نہیں رہتا اور ایسی بے رحمی سے خون ریزیاں کرتے ہیں جن سے بدن کا نپتا ہے۔ اور اگرچہ سرحدی اور افغانی ملکوں میں اس قسم کے مولوی بکثرت بھرے پڑے ہیں جو ایسے ععظ کیا کرتے ہیں مگر میری رائے تو یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان بھی ایسے مولویوں سے خالی نہیں۔ اگر گورنمنٹ عالیہ نے یہ یقین کر لیا ہے کہ اس ملک کے تمام مولوی اس قسم کے خیالات سے پاک اور میرا ہیں تو یہ یقین بے شک نظر ثانی کے لائق ہے۔ میرے نزدیک اکثر مسجد نشین نادان مغلوب الغصب ملا ایسے ہیں کہ ان گندے خیالات سے بُری نہیں ہیں اگر وہ ایسے خیالات خدا تعالیٰ کی پاک کلام کی ہدایت کے موافق کرتے تو میں ان کو معذور سمجھتا۔ کیونکہ درحقیقت انسان اعتقادی امور میں ایک طور پر معذور ہوتا ہے لیکن میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جیسا کہ وہ گورنمنٹ کے احسانات کو فراموش کر کے اس عادل گورنمنٹ کے چھپے ہوئے دشمن ہیں ایسا ہی وہ خدا تعالیٰ کے بھی مجرم اور نافرمان ہیں۔ کیونکہ میں مفصل بیان کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا کلام ہرگز نہیں سکھلاتا کہ ہم اس طرح پر بے گناہوں کے خون کیا کریں اور جس نے ایسا سمجھا ہے وہ اسلام سے برگشتہ ہے (۲) دوسرا سبب ان مجرمانہ خون ریزیوں کا جو عازی بننے کے بہانے سے کی جاتی ہیں میری رائے میں وہ پادری صاحبوں بھی ہیں جنہوں نے حد سے زیادہ اس بات پر زور دیا کہ اسلام میں جہاد فرض ہے اور دوسری قوموں کو قتل کرنا مسلمانوں کے مذہب میں بہت ثواب کی بات ہے۔ میرے خیال میں سرحدی لوگوں کو جہاد کے مسئلہ کی خبر بھی نہیں تھی یہ تو پادری صاحبوں نے یاد دلایا میرے پاس اس خیال کی تائید میں دلیل یہ ہے کہ جب تک پادری صاحبوں کی طرف سے ایسے اخبار آور رسائل اور کتابیں سرحدی ملکوں میں شائع نہیں ہوئے تھے اس وقت تک ایسی وارداتیں بہت ہی کم سُنی جاتی تھیں یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بالکل نہیں تھیں۔ بلکہ جب سکھوں کی سلطنت اس ملک سے اٹھ گئی

اور ان کی جگہ انگریز آئے تو عام مسلمانوں کو اس انقلاب سے بڑی خوشی تھی اور سرحدی لوگ بھی بہت خوش تھے۔ پھر جب پادری نڈل صاحب نے ۱۸۴۹ء میں کتاب میزان الحق تالیف کر کے ہندوستان اور پنجاب اور سرحدی ملکوں میں شائع کی اور نہ فقط اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی نسبت تو ہیں کے کلمے استعمال کئے بلکہ لاکھوں انسانوں میں یہ شہرت دی کہ اسلام میں غیر مذہب کے لوگوں کو قتل کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ بڑا ثواب ہے۔ ان باتوں کو سون کر سرحدی حیوانات جن کو اپنے دین کی کچھ بھی خبر نہیں جاگ اُٹھے اور یقین کر بیٹھے کہ درحقیقت ہمارے مذہب میں غیر مذہب کے لوگوں کو قتل کرنا بڑے ثواب کی بات ہے۔ میں نے غور کر کے سوچا ہے کہ اکثر سرحدی واردا تیں اور پُر جوش عدالت جو سرحدی لوگوں میں پیدا ہوئی اس کا سبب پادری صاحبوں کی وہ کتابیں ہیں جن میں وہ تیز زبانی اور بار بار جہاد کا ذکر لوگوں کو سنانے میں حد سے زیادہ گذر گئے یہاں تک کہ آخر میزان الحق کی عام شہرت اور اس کے زہر یہی اثر کے بعد ہماری گورنمنٹ کو ۱۸۶۷ء میں ایکٹ نمبر ۲۳ لے گئے سرحدی اقوام کے غازیانہ خیالات کے روکنے کے لئے جاری کرنا پڑا۔ یہ قانون سرحد کی چھ قوموں کے لئے شائع ہوا تھا اور بڑی امید تھی کہ اس سے واردا تیں رُک جائیں گی لیکن افسوس کہ بعد اس کے پادری عماد الدین امرتسری اور چند دوسرے بذریعات پادریوں کی تیز اور گندی تحریروں نے ملک کی اندر ورنی محبت اور مصالحت کو بڑا انقصان پہنچایا اور ایسا ہی اور پادری صاحبوں کی کتابوں نے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں دلوں میں عدالت کا تختم ہونے میں کمی نہیں کی۔ غرض یہ لوگ گورنمنٹ عالیہ کی مصلحت کے سخت حارج ہوئے۔ ہماری گورنمنٹ کی طرف سے یہ کارروائی نہایت قابل تحسین ہوئی کہ مسلمانوں کو ایسی کتابوں کے جواب لکھنے سے منع نہیں کیا اور اس تیزی کے مقابل پر مسلمانوں کی طرف سے بھی کسی قدر تیز کلامی ہوئی مگر وہ تیزی گورنمنٹ کی کشادہ دلی پر دلیل روشن بن گئی اور ہتھ آمیز کتابوں کی وجہ سے جن فسادوں کی توقع تھی وہ اس گورنمنٹ عالیہ کی نیک نیتی اور عادلانہ طریق ثابت ہو جانے کی وجہ سے اندر ہی اندر دب گئے۔ لیں اگرچہ ہمیں اسلام کے ملاوؤں کی نسبت افسوس سے اقرار کرنا پڑتا ہے

کہ انہوں نے ایک خط مسئلہ جہاد کی پیروی کر کے سرحدی اقوام کو یہ سبق دیا کہ تا وہ ایک محسن گورنمنٹ کے معزز افسروں کے خون سے اپنی تلواروں کو سُرخ کیا کریں اور اس طرح نا حق اپنی محسن گورنمنٹ کو ایذا پہنچایا کریں مگر ساتھ ہی یورپ کے ملاوں پر بھی جو پادری ہیں ہمیں افسوس ہے کہ انہوں نے نا حق تیز اور خلاف واقعہ تحریروں سے نادانوں کو جوش دلانے ہزاروں دفعہ جہاد کا اعتراض پیش کر کے جتنی مسلمانوں کے دلوں میں یہ جمادیا کہ اُن کے مذہب میں جہاد ایسا طریق ہے جس سے جلد بہشت مل جاتا ہے اگر ان پادری صاحبوں کے دلوں میں کوئی بد نیتی نہیں تھی تو چاہیے تھا کہ حضرت مولیٰ اور حضرت یوشع کے جہادوں کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد سے مقابلہ کر کے اندر ہی اندر سمجھ جاتے اور چُپ رہتے۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ اس فتنہ عوام کے جوش دلانے کے بڑے محک اسلامی مولوی ہیں تاہم ہمارا انصاف ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اقرار کریں کہ کسی قدر اس فتنہ انگلیزی میں پادریوں کی وہ تحریریں بھی حصہ دار ہیں جن سے آئے دن مسلمان شاکی نظر آتے ہیں۔ افسوس کہ بعض جاہل ایک حرکت کر کے الگ ہو جاتے ہیں اور گورنمنٹ انگلشیہ کو مشکلات پیش آتی ہیں ان مشکلات کے رفع کرنے کے لئے میرے نزدیک احسن تجویز وہی ہے جو حال میں روی گورنمنٹ نے اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ امتحاناً چند سال کے لئے ہر ایک فرقہ کو قطعاً روک دیا جائے کہ وہ اپنی تحریروں میں اور نیز زبانی تقریروں میں ہر گز ہر گز کسی دوسرے مذہب کا صراحةً یا اشارۃً ذکر نہ کرے ہاں اختیار ہے کہ جس قدر چاہے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اس صورت میں نئے نئے کینوں کی ختم ریزی موقوف ہو جائے گی اور پرانے قصے بھول جائیں گے اور لوگ باہمی محبت اور مصالحت کی طرف رجوع کریں گے اور جب سرحد کے وحشی لوگ دیکھیں گے کہ تو مous میں اس قدر باہم انس اور محبت پیدا ہو گیا ہے تو آخر وہ بھی متاثر ہو کر عیسائیوں کی ایسی ہی ہمدردی کریں گے جیسا کہ ایک مسلمان اپنے بھائی کی کرتا ہے اور دوسری تدبیر یہ ہے کہ اگر پنجاب اور ہندوستان کے مولوی درحقیقت مسئلہ جہاد کے خلاف ہیں تو وہ اس بارے میں رسالے تایف کر کے اور پشتو میں ان کا ترجمہ کرا کر سرحدی اقوام میں مشتہر کریں بلاشبہ اُن کا بڑا اثر ہو گا۔ مگر ان تمام باتوں کے لئے شرط ہے کہ سچے دل اور جوش سے کارروائی کی جائے نہ نفاق سے۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

لمشتہر خاکسار مرزا غلام احمد بن مسیح موعود غنی اللہ عنہ از قادیاں

ضمیمہ رسالہ جہاد

عیسیٰ مسیح اور محمد مہدی کے دعویٰ کی اصل حقیقت اور جناب

نواب والیرائے صاحب بالقابہ کی خدمت میں ایک

درخواست

اگرچہ میں نے اپنی بہت سی کتابوں میں اس بات کی تشریح کر دی ہے کہ میری طرف سے یہ دعویٰ کہ میں عیسیٰ مسیح ہوں اور نیز محمد مہدی ہوں اس خیال پر مبنی نہیں ہیں کہ میں درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں اور نیز درحقیقت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں مگر پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے غور سے میری کتابیں نہیں دیکھیں وہ اس شبہ میں بتلا ہو سکتے ہیں کہ گویا میں نے تناخ کے طور پر اس دعویٰ کو پیش کیا ہے اور گویا میں اس بات کا مدعا ہوں کہ سچ مجھ ان دو بزرگ نبیوں کی رو حیں میرے اندر حلول کر گئی ہیں۔ لیکن واقعی امر ایسا نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ آخری زمانہ کی نسبت پہلے نبیوں نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ ایک ایسا زمانہ ہو گا کہ جو دو قسم کے ظلم سے بھر جائے گا۔ ایک ظلم مخلوق کے حقوق کی نسبت ہو گا اور دوسرا ظلم خالق کے حقوق کی نسبت۔ مخلوق کے حقوق کی نسبت یہ ظلم ہو گا کہ جہاد کا نام رکھ کر نوع انسان کی خون ریزیاں ہوں گی۔ یہاں تک کہ جو شخص ایک بے گناہ کو قتل کرے گا وہ خیال کرے گا کہ گویا وہ ایسی خون ریزی سے ایک ثواب عظیم کو حاصل کرتا ہے اور اس کے سوا اور بھی کئی قسم کی ایذاں میں محض دینی غیرت کے بہانہ پر نوع انسان کو پہنچائی جائیں گی چنانچہ وہ زمانہ یہی ہے کیونکہ ایمان اور انصاف

کے رو سے ہر ایک خدا ترس کو اس زمانہ میں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ مثلاً آئے دن جو سرحدیوں کی ایک وحشی قوم ان انگریز حکام کو قتل کرتی ہے جو ان کے یا ان کے ہم قوم بھائی مسلمانوں کی جانبوں اور عزتوں کے محافظ ہیں۔ یہ کس قدر ظلم صریح اور حقوق عباد کا تلف کرنا ہے۔ کیا ان کو سکھوں کا زمانہ یاد نہیں رہا جو بانگ نماز پر بھی قتل کرنے کو مستعد ہو جاتے تھے۔ گورنمنٹ انگریزی نے کیا گناہ کیا ہے جس کی یہ زماں کے معزز حکام کو دی جاتی ہے۔ اس گورنمنٹ نے پنجاب میں داخل ہوتے ہی مسلمانوں کو اپنے مذہب میں پوری آزادی دی۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے جو حصی آواز سے بھی بانگ نماز دے کر مار کھاویں بلکہ اب بلند میناروں پر چڑھ کر بانگیں دو اور اپنی مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نمازیں پڑھو کوئی مانع نہیں۔ سکھوں کے زمانہ میں مسلمانوں کی غلاموں کی طرح زندگی تھی اور اب انگریزی عملداری سے دوبارہ ان کی عزت قائم ہوئی۔ جان اور مال اور عزت تینوں حفاظت ہوئے۔ اسلامی کتب خانوں کے دروازے کھولے گئے تو کیا انگریزی گورنمنٹ نے نیکی کی یادی کی؟ سکھوں کے زمانہ میں بزرگوار مسلمانوں کی قبریں بھی اُکھیڑی جاتی تھیں۔ سر ہند کا واقعہ بھی اب تک کسی کو بھولا نہیں ہو گا۔ لیکن یہ گورنمنٹ ہماری قبروں کی بھی ایسی ہی محافظ ہے جیسا کہ ہمارے زندوں کی۔ کیسی عافیت اور امن کی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہم لوگ رہتے ہیں جس نے ایک ذرہ بھی مذہبی تعصب ظاہر نہیں کیا۔ کوئی مسلمان اپنے مذہب میں کوئی عبادت بجا لا وے۔ حج کرے زکوٰۃ دے۔ نماز پڑھے یا خدا کی طرف سے ہو کر یہ ظاہر کرے کہ میں مجدد وقت ہوں یا ولی ہوں یا قطب ہوں یا مسجح ہوں یا مہدی ہوں اس سے اس عادل گورنمنٹ کو کچھ سر و کار نہیں بجز اس صورت کے کہ وہ خود ہی طریق اطاعت کو چھوڑ کر با غیانہ خیالات میں گرفتار ہو۔ پھر باوجود اس کے کہ گورنمنٹ کے یہ سلوک اور احسان ہیں مسلمانوں کی طرف سے اس کا عوض یہ دیا جاتا ہے کہ ناحق بے گناہ بے قصور اُن حکام کو قتل کرتے ہیں جو دن رات انصاف کی پابندی سے ملک کی خدمت میں مشغول ہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ لوگ تو سرحدی ہیں اس ملک کے مسلمانوں اور ان کے مولویوں کا کیا

گناہ ہے تو اس کا جواب بادب ہم یہ دیتے ہیں کہ ضرور ایک گناہ ہے چاہو قبول کرو یا نہ کرو اور وہ یہ کہ جب ہم ایک طرف سرحدی وحشی قوموں میں غازی بننے کا شوق دیکھتے ہیں تو دوسری طرف اس ملک کے مولویوں میں اپنی گورنمنٹ اور اس کے انگریزی حکام کی تھی ہمدردی کی نسبت وہ حالت ہمیں نظر نہیں آتی اور نہ وہ جوش دکھائی دیتا ہے۔ اگر یہ اس گورنمنٹ عالیہ کے سچے خیرخواہ ہیں تو کیوں بالاتفاق ایک فتویٰ طیار کر کے سرحدی ملکوں میں شائع نہیں کرتے تا ان نادانوں کا یہ عذر رٹوٹ جائے کہ ہم غازی ہیں اور ہم مرتے ہی بہشت میں جائیں گے۔ میں سمجھ نہیں سکتا کہ مولویوں اور ان کے پیروؤں کا اس قدر اطاعت کا دعویٰ اور پھر کوئی عمدہ خدمت نہیں دکھلا سکتے۔ بلکہ یہ کلام تو بطرق تنزل ہے۔ بہت سے مولوی ایسے بھی ہیں جن کی نسبت اس سے بڑھ کر اعتراض ہے۔ خدا ان کے دلوں کی اصلاح کرے۔ غرض مخلوق کے حقوق کی نسبت ہماری قوم اسلام میں سخت ظلم ہو رہا ہے۔ جب ایک محسن بادشاہ کے ساتھ یہ سلوک ہے تو پھر اوروں کے ساتھ کیا ہو گا۔ پس خانے آسمان پر اس ظلم کو دیکھا۔ اس لئے اُس نے اس کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰ مسیح کی خواہ طبیعت پر ایک شخص کو بھیجا اور اس کا نام اسی طور سے مسیح رکھا جیسا کہ پانی یا آئینہ میں ایک شکل کا جو عکس پڑتا ہے اس عکس کو مجاز کہہ سکتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے کیوں کہ یہ تعلیم جس پر اب ہم زور دیتے ہیں یعنی یہ کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور خدا کی مخلوق کی عموماً بھلائی چاہو۔ اس تعلیم پر زور دینے والا وہی بزرگ نبی گذرا ہے جس کا نام عیسیٰ مسیح ہے۔ اور اس زمانہ میں بعض مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے دشمنوں سے پیار کریں نا حق ایک قابل شرم مذہبی بہانہ سے ایسے لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں جنہوں نے کوئی بدی اُن سے نہیں کی بلکہ نیکی کی، اس لئے ضرور تھا کہ ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے ایک ایسا شخص خدا سے الہام پا کر پیدا ہو جو حضرت مسیح کی خواہ طبیعت اپنے اندر رکھتا ہے اور صلح کاری کا پیغام لے کر آیا ہے۔ کیا اس زمانہ میں ایسے شخص کی ضرورت نہ تھی جو عیسیٰ مسیح کا اوٹار ہے؟ بیشک ضرورت تھی۔

جس حالت میں اسلامی قوموں میں سے کروڑ ہالوگ روئے زمین پر ایسے پائے جاتے ہیں جو جہاد کا بہانہ رکھ کر غیر قوموں کو قتل کرنا ان کا شیوه ہے بلکہ بعض تو ایک محسن گورنمنٹ کے زیر سایہ رہ کر بھی پوری صفائی سے ان سے محبت نہیں کر سکتے۔ سچی ہمدردی کو کمال تک نہیں پہنچا سکتے اور نہ فاق اور دروغی سے بکھلی پاک ہو سکتے ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح کے اوتار کی سخت ضرورت تھی۔ سو میں وہی اوتار ہوں جو حضرت مسیح کی روحانی شکل اور خواہ طبیعت پر بھیجا گیا ہوں۔

اور دوسری قسم ظلم کی جو خالق کی نسبت ہے وہ اس زمانہ کے عیسایوں کا عقیدہ ہے جو خالق کی نسبت کمال غلوتیک پہنچ گیا ہے۔ اس میں تو کچھ شک نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے ایک بزرگ نبی ہیں اور بلاشبہ عیسیٰ مسیح خدا کا پیارا خدا کا برگزیدہ اور دنیا کا نور اور ہدایت کا آفتاب اور جناب الہی کا مقرب اور اس کے تخت کے نزدیک مقام رکھتا ہے اور کروڑ ہا انسان جو اس سے سچی محبت رکھتے ہیں اور اُس کی وصیتوں پر چلتے ہیں اور اس کی ہدایات کے کاربند ہیں وہ جہنم سے نجات پائیں گے لیکن با ایں یہ سخت غلطی اور کفر ہے کہ اُس برگزیدہ کو خدا بنایا جائے۔ خدا کے پیاروں کو خدا سے ایک بڑا تعلق ہوتا ہے اس تعلق کے لحاظ سے اگر وہ اپنے تینیں خدا کا بیٹا کہہ دیں یا یہ کہہ دیں کہ خدا ہی ہے جو ان میں بولتا ہے اور وہی ہے جس کا جلوہ ہے تو یہ بتیں بھی کسی حال کے موقع میں ایک معنی کے رو سے صحیح ہوتے ہیں جن کی تاویل کی جاتی ہے۔ کیونکہ انسان جب خدا میں فنا ہو کر اور پھر اس کے نور سے پروردش پا کرنے سے مرے ظاہر ہوتا ہے تو ایسے لفظ اُس کی نسبت مجاز أبو لانا قدیم محاورہ اہل معرفت ہے کہ وہ خود نہیں بلکہ خدا ہے جو اس میں ظاہر ہوا ہے۔ لیکن اس سے درحقیقت یہ نہیں کھلتا کہ وہی شخص درحقیقت رب العالمین ہے۔ اس نازک محل میں اکثر عوام کا قدم پھسل جاتا ہے اور ہزار ہزار بزرگ اور ولی اور اوتار جو خدا بنائے گئے وہ بھی دراصل انہی لغزشوں کی وجہ سے بنائے گئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب

روحانی اور آسمانی باتیں عوام کے ہاتھ میں آتی ہیں تو وہ ان کی جڑ تک پہنچ نہیں سکتے۔ آخر کچھ بگاڑ کر اور مجاز کو حقیقت پر حمل کر کے سخت غلطی اور گمراہی میں بدلنا ہو جاتے ہیں۔ سوائی غلطی میں آج کل کے علماء مسیحی بھی گرفتار ہیں اور اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ کسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا بنادیا جائے۔ سو یہ حق تلفی خالق کی ہے اور اس حق کے قائم کرنے کے لئے اور توحید کی عظمت دلوں میں بھانے کے لئے ایک بزرگ نبی ملک عرب میں گذر رہے جس کا نام محمدؐ اور احمدؐ تھا خدا کے اُس پر بے شمار سلام ہوں۔ شریعت دو حصوں پر منقسم تھی۔ بڑا حصہ یہ تھا کہ لا الہ الا اللہ یعنی توحید۔ اور دوسرا حصہ یہ کہ ہمدردی نوع انسان کرو اور ان کے لئے وہ چاہو جو اپنے لئے۔ سوان دو حصوں میں سے حضرت مسیح نے ہمدردی نوع انسان پر زور دیا کیونکہ وہ زمانہ اسی زور کو چاہتا تھا۔ اور دوسرا حصہ جو بڑا حصہ ہے یعنی لا الہ الا اللہ جو خدا کی عظمت اور توحید کا سرچشمہ ہے اس پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دیا کیونکہ وہ زمانہ اسی قسم کے زور کو چاہتا تھا۔ پھر بعد اس کے ہمارا زمانہ آیا جس میں اب ہم ہیں۔ اس زمانہ میں یہ دونوں قسم کی خرابیاں کمال درجہ تک پہنچ گئی تھیں یعنی حقوق عباد کا تلف کرنا اور بے گناہ بندوں کا خون کرنا مسلمانوں کے عقیدہ میں داخل ہو گیا تھا اور اس غلط عقیدہ کی وجہ سے ہزار ہا بے گناہوں کو وحشیوں نے تہ تیغ کر دیا تھا۔ اور پھر دوسری طرف حقوق خالق کا تلف کرنا بھی کمال کو پہنچ گیا تھا اور عیسائی عقیدہ میں یہ داخل ہو گیا تھا کہ وہ خدا جس کی انسانوں اور فرشتوں کو پرستش کرنی چاہئے وہ مسیح ہی ہے اور اس قدر غلو ہو گیا کہ اگرچہ ان کے نزدیک عقیدہ کے رو سے تین اقوام ہیں لیکن عملی طور پر دعا اور عبادت میں صرف ایک ہی قرار دیا گیا ہے یعنی مسیح۔ یہ دونوں پہلو ایلاف حقوق کے یعنی حق العباد اور حق رب العباد اس قدر کمال کو پہنچ گئے تھے کہ اب یہ تمیز کرنا مشکل ہے کہ ان دونوں میں سے کونسا پہلو اپنے غلو میں انتہائی درجہ تک جا پہنچا ہے۔ سواں وقت خدا نے جیسا کہ حقوق عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا

اور مجھے خواہ باؤ اور رنگ اور روپ کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ مسیح کا اوتا کر کے بھیجا ایسا ہی اُس نے حقوقِ خالق کے تلف کے لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے تو حید پھیلانے کے لئے تمام خواہ باؤ اور رنگ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اوتا بنادیا۔ سو میں ان معنوں کر کے عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمد مہدی بھی۔ مسیح ایک لقب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا جس کے معنے ہیں خدا کو چھونے والا اور خدائی انعام میں سے کچھ لینے والا۔ اور اس کا خلیفہ اور صدق اور استبازی کو اختیار کرنے والا۔ اور مہدی ایک لقب ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا جس کے معنے ہیں کہ فطرتاً ہدایت یافتہ اور تمام ہدایتوں کا وارث اور اسم ہادی کے پورے عکس کامل۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت نے اس زمانہ میں ان دونوں لقبوں کا مجھے وارث بنا دیا اور یہ دونوں لقب میرے وجود میں اکٹھے کر دیئے سو میں ان معنوں کے رو سے عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمد مہدی بھی اور یہ وہ طریق ظہور ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں بروز کہتے ہیں سو مجھے دو بروز عطا ہوئے ہیں بروز عیسیٰ و بروز محمد۔ غرض میرا وجود ان دونوں نبیوں کے وجود سے بروزی طور پر ایک مجنون مرکب ہے۔ عیسیٰ مسیح ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو وحشیانہ حملوں اور خوزیزیوں سے روک دوں جیسا کہ حدیثوں میں صریح طور سے وارد ہو چکا ہے کہ جب مسیح دوبارہ دنیا میں آئے گا تو تمام دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ سو ایسا ہی ہوتا جاتا ہے۔ آج کی تاریخ تک تمیں ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے جو برلش انڈیا کے متفرق مقامات میں آباد ہے اور ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے اُسی روز سے اُس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعاً حرام ہے کیونکہ مسیح آچکا۔ خاص کر میری تعلیم

☆ اگرچہ خاص آدمی جو علم اور فہم سے کافی بہرہ رکھتے ہیں دس ہزار کے قریب ہوں گے مگر ہر ایک قسم کے لوگ

جن میں ناخواندہ بھی ہیں تیس ہزار سے کم نہیں ہیں بلکہ شاندزیادہ ہوں۔ منہ

کے لحاظ سے اس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیرخواہ اس کو بننا پڑتا ہے نہ محض نفاق سے اور یہ وہ صلح کاری کا جھنڈا کھڑا کیا گیا ہے کہ اگر ایک لاکھ مولوی بھی چاہتا کہ وحشیانہ جہادوں کے روکنے کے لئے ایسا پڑتا شیر سلسلہ قائم کرے تو اس کے لئے غیر ممکن تھا اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو چند سال میں ہی یہ مبارک اور امن پسند جماعت جو جہاد اور غازی پن کے خیالات کو مٹا رہی ہے کئی لاکھ تک پہنچ جائے گی اور وحشیانہ جہاد کرنے والے اپنا پوچھ بدل لیں گے۔

(۸) اور محمد مہدی ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ خدائی توحید کو دنیا میں دوبارہ قائم کروں کیونکہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض آسمانی نشان دکھلا کر خدائی عظمت اور طاقت اور قدرت عرب کے بُت پرستوں کے دلوں میں قائم کی تھی۔ سو ایسا ہی مجھے روح القدس سے مددی گئی ہے۔ وہ خدا جو تمام نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر بمقام طور ظاہر ہوا اور حضرت مسیح پر شیر کے پہاڑ پر طوع فرمایا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر فاران کے پہاڑ پر چکاو، ہی قادر قدوس خدامیرے پر تجلی فرمایا ہے اس نے مجھ سے بتیں کیس اور مجھے فرمایا کہ وہ اعلیٰ وجود جس کی پرستش کے لئے تمام نبی بیصحیح گئے میں ہوں۔ میں اکیلا خالق اور مالک ہوں اور کوئی میرا شریک نہیں اور میں پیدا ہونے اور مرنے سے پاک ہوں اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ جو کچھ مسیح کی نسبت دنیا کے اکثر عیسائیوں کا عقیدہ ہے یعنی تثنیت و کفار وغیرہ یہ سب انسانی غلطیاں ہیں اور حقیقتی تعلیم سے اخراج ہے۔ خدا نے اپنے زندہ کلام سے بلا واسطہ مجھے یہ اطلاع دی ہے اور مجھے اس نے کہا ہے کہ اگر تیرے لئے یہ مشکل پیش آوے کہ لوگ کہیں کہ ہم کیونکر سمجھیں کہ تو خدا کی طرف سے ہے تو انہیں کہہ دے کہ اس پر یہ دلیل کافی ہے کہ اس کے آسمانی نشان میرے گواہ ہیں دعا کیں قبول ہوتی ہیں۔ پیش از وقت غیب کی بتائی جاتی ہیں اور وہ اسرار جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں وہ قبل از وقت ظاہر کئے جاتے ہیں اور دوسرا یہ نشان ہے کہ اگر کوئی ان بالتوں میں مقابله کرنا چاہے مثلاً کسی دعا کا قبول ہونا اور پھر پیش از وقت اس

قبولیت کا علم دیئے جانا یا اور غیبی واقعات معلوم ہونا جو انسان کی حد علم سے باہر ہیں تو اس مقابله میں وہ مغلوب رہے گا گوہ مشرقی ہو یا مغربی یہ وہ دونشان ہیں جو مجھ کو دیئے گئے ہیں تا ان کے ذریعہ سے اس سچے خدا کی طرف لوگوں کو کھپنوں جو درحقیقت ہماری روحوں اور جسموں کا خدا ہے جس کی طرف ایک دن ہر ایک کا سفر ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ مذہب کچھ چیز نہیں جس میں الہی طاقت نہیں۔ تمام نبیوں نے سچے مذہب کی یہی نشانی ٹھہرائی ہے کہ اُس میں الہی طاقت ہو۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہ دونوں نام جو خدا تعالیٰ نے میرے لئے مقرر فرمائے یہ صرف چند روز سے نہیں ہیں بلکہ میری کتاب براہینِ احمد یہ میں جس کو شائع کئے قریباً میں برس گذر گئے یہ دونوں نام خدا تعالیٰ کے الہام میں میری نسبت ذکر فرمائے گئے ہیں یعنی عیسیٰ مسیح اور محمد مہدی تا میں ان دونوں گروہ مسلمانوں اور عیساویوں کو وہ پیغام پہنچا دوں جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ کاش اگر دلوں میں طلب ہوتی اور آخرت کے دن کا خوف ہوتا تو ہر ایک سچائی کے طالب کو یہ موقع دیا گیا تھا کہ وہ مجھ سے تسلی پاتا۔ سچا مذہب وہ مذہب ہے جو الہی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور فوق العادات کا مول سے خدا تعالیٰ کا چہرہ دکھاتا ہے۔ سو میں اس بات کا گواہ رویت ہوں کہ ایسا مذہب تو حید کا مذہب ہے جو اسلام ہے جس میں مخلوق کو خالق کی جگہ نہیں دی گئی۔ اور عیسائی مذہب بھی خدا کی طرف سے تھا مگر افسوس کہ اب وہ اس تعلیم پر قائم نہیں اور اس زمانہ کے مسلمانوں پر بھی افسوس ہے کہ وہ شریعت کے اس دوسرے حصہ سے محروم ہو گئے ہیں جو ہمدردی نوع انسان اور محبت اور خدمت پر موقوف ہے اور وہ تو حید کا دعویٰ کر کے پھرا یہے وحشیانہ اخلاق میں بتلا ہیں جو قابل شرم ہیں۔ میں نے بارہا کوشش کی جوان کو ان عادات سے چھڑاؤں لیکن افسوس کہ بعض ایسی تحریکیں ان کو پیش آ جاتی ہیں کہ جن سے وحشیانہ جذبات ان کے زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بعض کم سمجھ پادریوں کی تحریرات ہیں جو زہریلا اثر رکھتی ہیں۔ مثلاً پادری عماد الدین کی کتابیں اور پادری ٹھاکر داس کی کتابیں اور صدر علیؒ کی کتابیں اور امہات المونین ﴿۹﴾

﴿۱۰﴾

اور پادری ریواڑی کا رسالہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت درجہ کی تو ہیں اور تکنذیب سے پُر ہیں۔ یہ ایسی کتابیں ہیں کہ جو شخص مسلمانوں میں سے ان کو پڑھے گا اگر اس کو صبر اور حلم سے اعلیٰ درجہ کا حصہ نہیں تو بے اختیار جوش میں آجائے گا کیونکہ ان کتابوں میں علمی بیان کی نسبت سخت کلامی بہت ہے جس کی عام مسلمان برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ایک معزز پادری صاحب نے اپنے ایک پرچہ میں جو لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا لکھتے ہیں کہ اگر ۱۸۵۷ء کا دوبارہ آنا ممکن ہے تو پادری عمال الدین کی کتابوں سے اس کی تحریک ہوگی۔ اب سوچنے کے لائق ہے کہ پادری عمال الدین کا کیسا خطرناک کلام ہے جس پر ایک معزز مشنری صاحب یہ رائے ظاہر کرتے ہیں اور گذشتہ دنوں میں میں نے بھی مسلمانوں میں ایسی تحریروں سے ایک جوش دیکھ کر چند فعہ ایسی تحریریں شائع کی تھیں جن میں ان سخت کتابوں کا جواب کسی قدر سخت تھا۔ ان تحریروں سے میرا مدعایہ تھا کہ عوض معاوضہ کی صورت دیکھ کر مسلمانوں کا جوش رُک جائے۔ سو اگرچہ ان حکمتِ عملی کی تحریروں سے مسلمانوں کو فائدہ تو ہوا اور وہ ایسے رنگ کا جواب پا کر ٹھنڈے ہو گئے لیکن مشکل یہ ہے کہ اب بھی آئے دن پادری صاحبوں کی طرف سے ایسی تحریریں نکلتی رہتی ہیں کہ جو زور درنج اور تیز طبع مسلمان ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ نہایت خوفناک کارروائی ہے کہ ایک طرف تو پادری صاحبان یہ جھوٹا الزام مسلمانوں کو دیتے ہیں کہ ان کو قرآن میں ہمیشہ اور ہر ایک زمانہ میں جہاد کا حکم ہے گویا وہ ان کو جہاد کی رسم یاد دلاتے رہتے ہیں۔ اور پھر تیز تحریریں نکال کر ان میں اشتعال پیدا کرتے رہتے ہیں نہ معلوم کہ یہ لوگ کیسے سیدھے ہیں کہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ان دونوں طریقوں کے ملانے سے ایک خوفناک نتیجہ کا احتمال ہے۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ قرآن شریف ہرگز جہاد کی تعلیم نہیں دیتا۔ اصلیت صرف اس قدر ہے کہ ابتدائی زمانہ میں بعض مخالفوں نے اسلام کو توارے سے روکنا بلکہ نابود کرنا چاہا تھا سو اسلام نے اپنی حفاظت کے لئے ان پر توارثی اور انہی کی نسبت حکم تھا کہ یا قتل کئے جائیں اور یا اسلام لائیں۔ سو یہ حکم مختص الزمان تھا ہمیشہ کے لئے

نہیں تھا اور اسلام اُن بادشاہوں کی کارروائیوں کا ذمہ وار نہیں ہے جو نبوت کے زمانہ کے بعد سراسر غلطیوں یا خود غرضیوں کی وجہ سے ظہور میں آئیں۔ اب جو شخص نادان مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے بار بار جہاد کا مسئلہ یاد دلاتا ہے گویا وہ ان کی زہریلی عادت کو تحریک دینا چاہتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ پادری صاحبان صحیح واقعات کو مد نظر کر کر اس بات پر زور دیتے کہ اسلام میں جہاد نہیں ہے اور نہ جبر سے مسلمان کرنے کا حکم ہے جس کتاب میں یہ آیت اب تک موجود ہے کہ لَا إِكْرَاهٍ فِي الدِّينِ ۝ یعنی دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں کرنی چاہئے۔ کیا اس کی نسبت ہم ظن کر سکتے ہیں کہ وہ جہاد کی تعلیم دیتی ہے۔ غرض اس جگہ ہم مولویوں کا کیا شکوہ کریں خود پادری صاحبوں کا ہمیں شکوہ ہے کہ وہ راہ انہوں نے اختیار نہیں کی جو درحقیقت سچی تھی اور گورنمنٹ کے مصالح کے لئے بھی مفید تھی۔ اسی درد دل کی وجہ سے میں نے جناب نواب والسرائے صاحب بہادر بالقباب کی خدمت میں دو دفعہ درخواست کی تھی کہ کچھ مدت تک اس طریق بحث کو بند کر دیا جائے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے مذاہب کی نکتہ چیزیاں کرے۔ لیکن اب تک اُن درخواستوں کی طرف کچھ توجہ نہ ہوئی۔ لہذا اب بار سوم حضور مدد و حی میں پھر درخواست کرتا ہوں کہ کم سے کم پانچ برس تک یہ طریق دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کا بند کر دیا جائے اور قطعاً ممانعت کر دی جائے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کے عقائد پر ہرگز مخالفانہ حملہ نہ کرے کہ اس سے دن بدن ملک میں نفاق بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ مختلف قوموں کی دوستانہ ملاقاتیں ترک ہو گئی ہیں کیونکہ بسا اوقات ایک فریق دوسرے فریق پر اپنی کم علمی کی وجہ سے ایسا اعتراض کر دیتا ہے کہ وہ دراصل صحیح بھی نہیں ہوتا اور دلوں کو سخت رنج پہنچا دیتا ہے اور بسا اوقات کوئی فتنہ پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں پر جہاد کا اعتراض بلکہ ایسا اعتراض دوسرے فریق کے لئے ابطور یاد دہانی ہو کر بھولے ہوئے جوش اس کو ۱۲۰

یاد دلا دیتا ہے اور آخر مفاسد کا موجب ٹھہرتا ہے۔ سو اگر ہماری داشتمانہ گورنمنٹ پانچ برس تک یہ قانون جاری کر دے کہ برلش انڈیا کے تمام فرقوں کو جس میں پادری بھی داخل ہیں قطعاً روک دیا جائے کہ وہ دوسرے مذاہب پر ہرگز مخالفانہ حملہ نہ کریں اور محبت اور خلق سے ملاقاً تین کریں اور ہر ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں ظاہر کرے تو مجھے یقین ہے کہ یہ زہرناک پودہ پھوٹ اور کیوں کا جواندہ ہی اندر نشوونما پار ہا ہے جلد تر مفقود ہو جائے گا اور یہ کارروائی گورنمنٹ کی قابل تحسین ٹھہر کر سرحدی لوگوں پر بھی بے شک اثر ڈالے گی اور امن اور صلح کاری کے نتیجے ظاہر ہوں گے۔ آسمان پر بھی یہی نشانہ خدا کا معلوم ہوتا ہے کہ جنگ و جدل کے طریق موقوف ہوں اور صلح کاری کے طریق اور باہمی محبت کی راہیں کھل جائیں۔ اگر کسی مذہب میں کوئی سچائی ہے تو وہ سچائی ظاہر کرنی چاہئے نہ یہ کہ دوسرے مذاہب کی عیب شماری کرتے رہیں۔ یہ تجویز جو میں پیش کرتا ہوں اس پر قدم مارنا یا اس کو منظور کرنا ہر ایک حاکم کا کام نہیں ہے بڑے پُرمغز حکام کا یہ منصب ہے کہ اس حقیقت کو سمجھیں اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارے عالیٰ جاہ نوا ب معلیٰ القاب و ائمراۓ بہادر کر زن صاحب بالقا به اپنی وسعت اخلاق اور موقع شناسی کی قوت سے ضرور اس درخواست پر توجہ فرمائیں گے اور اپنی شاہانہ ہمت سے اس پیش کردہ تجویز کو جاری فرمائیں گے اور اگر یہ نہیں تو اپنے عہد دولت مہد میں اسی قدر خدا کے لئے کارروائی کر لیں کہ خود بدولت امتحان کے ذریعہ سے آزمائیں کہ اس ملک کے مذاہب موجودہ میں سے الہی طاقت کس مذہب میں ہے یعنی تمام مسلمانوں آریوں سکھوں سناتن دھرموں عیسائیوں برہموؤں یہودیوں وغیرہ فرقوں کے نامی علماء کے نام یہ احکام جاری ہوں کہ اگر ان کے مذہب میں کوئی الہی طاقت ہے خواہ وہ پیشگوئی کی قسم سے ہو یا اور قسم سے وہ دکھائیں۔ اور پھر جس مذہب میں وہ زبردست طاقت جو طاقت بالا ہے ثابت ہو جائے ایسے مذہب کو قابل تعظیم اور سچا سمجھا جائے۔ اور چونکہ مجھے آسمان سے اس

کام کے لئے روح ملی ہے اس لئے میں اپنی تمام جماعت کی طرف سے سب سے پہلے یہ درخواست کرنے والا ہوں کہ اس امتحان کے لئے دوسرے فریقوں کے مقابل پر میں طیار ہوں اور ساتھ ہی دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری اس گورنمنٹ کو ہمیشہ اقبال نصیب کرے جس کے زیر سایہ ہمیں یہ موقع ملا ہے کہ ہم خدا کی طرف سے ہو کر ایسی درخواستیں خدا کا جلال ظاہر کرنے کے لئے کریں۔ والسلام۔ ۷/رجولائی ۱۹۰۵ء

لملتمنس خاکسار مرزا غلام احمد از قادیانی

مطبوعہ ضیاء الاسلام پر لیں قادیانی